مسلمانوں اور دوسروں کے نکاح میں فرق

(فرمودہ ۹- مارچ ۱۹۳۰ء)

۹- مارچ ۱۹۳۰ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مولوی غلام محمد خان صاحب بی اے سینئر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کہروڑ پکا ضلع ملتان کا نکاح امتہ العزیز بیگم بنت قاضی عبدالرحیم بھٹی قادیان کے ساتھ دو ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ ؎١

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

رسول کریم ﷺ نے دنیا میں ایک ایسا تغیر پیدا کیا ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہی ان الفاظ میں بیان فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔ ؎٢ یعنی آپ دنیا میں زندگی پیدا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ایک حیات وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ بندے کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ وہ حیات بندہ نہ بغیر اذن کے اور نہ باذن اللہ دے سکتا ہے۔ بعض نادان اپنے شرک پر پردہ ڈالنے اور اپنی ثنیت کو چھپانے کے لئے اذن اللہ کی آڑ لے لیتے ہیں مگر یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ وہ کسی اور کو یہ حیات بخشنے کی اجازت دے دے۔ اس طرح تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے اپنے لئے بیٹا، بیٹی یا بیوی بنا سکتا ہے۔ لیکن جس طرح ہم ان باتوں کو جائز نہیں سمجھتے اسی طرح یہ بات بھی ناجائز ہے کہ وہ اپنی صفات کسی اور کو دے جن کے دینے سے اس کی توحید پر بٹہ لگتا ہے۔ اس لئے وہ حیات تو کوئی دوسرے کو نہیں دے سکتا ہاں ایک اور حیات ہوتی ہے جو انسان غیر انسان سب کو ملتی ہے ایک شاعر اپنے شاگرد کے شعر میں اچھی اصلاح

کر دیتا ہے تو شعر سمجھنے والے کہتے ہیں شعر میں جان ڈال دی۔ وہ ذرا ترتیب کو بدل کر اور محاورے میں چستی پیدا کر دیتا ہے۔ تو کہنے والے کہتے ہیں شعر میں جان ڈال دی۔ کوئی مصور اپنے قلم سے ایسی گلکاری کرتا ہے کہ کوئی خوبصورت باغ یا اچھلتا ہوا سمندر یا بولنے پر آمادہ انسان کی تصویر دکھا دیتا ہے تو ایک ماہر فن دیکھ کر فوراً کہہ اٹھتا ہے۔ ہے تو یہ کاغذ کی تصویر مگر اس میں جان نظر آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے ابھی بول اٹھے گی۔ اگر جانور کی تصویر ہے تو کہتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے ابھی گانے لگ جائے گی یا اگر باغ کا نظارہ ہے تو کہتا ہے اسے دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا ہے گویا ہم باغ میں آگئے۔ اور واقعی پھولوں میں پھرنے لگے ہیں۔ اس طرح مصور بھی تصویر میں جان ڈال دیتا ہے۔

پس ان محاوروں سے معلوم ہوا کہ جان ڈالنے کے معنے ہیں کسی چیز کے بے معنی ہونے کا ازالہ کر کے بامعنی بنا دینا۔ جب ہم کہتے ہیں استاد نے فلاں شعر میں جان ڈال دی تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ پہلے وہ شعر ایسا نہیں تھا کہ ہمارے دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے اور دل کی تاروں کو اس طرح نہیں چھیڑتا تھا کہ ان سے راگ پیدا ہو جائے مگر اب اس کے سننے سے ہمارے اندر ایک حرکت پیدا ہوتی ہے اسی طرح تصویر میں جان ڈالنے کے یہ معنے ہیں کہ اسے جاذب بنا دیا جائے اور اسے دیکھتے ہی دماغ افکار کے سمندر میں نئے نئے مطالب کی تلاش کے لئے غوطہ زن ہونے لگے گویا اسے بامعنی کر دیا گیا۔

اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ہر چیز کو جو بے معنی تھی بامعنی کر دیا اور اس طرح اس میں جان ڈال دی۔ دنیا کی کوئی بات لے لو جس میں محمد رسول اللہ ﷺ نے دخل دیا ہو یا اس پر ہاتھ رکھا ہو آپ کو نظر آئے گا کہ آپ کے ہاتھ رکھتے ہی گویا اس میں جان پڑ گئی۔ صدقہ زکوٰۃ کو ہی لے لو پہلے بھی لوگ صدقہ اور زکوٰۃ دیتے تھے مگر اس میں کوئی جان نظر نہ آتی تھی۔ یہی معلوم ہوتا کہ غریب لوگوں کی دوسرے بطور احسان مدد کر دیتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے آکر اس میں بھی جان ڈال دی۔ آپ نے بتایا ہر انسان کی کمائی میں دوسرے کا حصہ ہے دنیا میں کوئی شخص اکیلا کچھ نہیں کما سکتا۔ ہر چیز دنیا میں تمام انسانوں کے لئے ہے۔ وہ زمین جو میرے قبضہ میں ہے وہ صرف میرے لئے نہیں بلکہ بنی نوع انسان کے لئے پیدا کی گئی تھی اس لئے یہ نہیں کہ میں مسکین کو دیکھ کر اور اس کی غربت پر رحم کھا کر بطور احسان اس کو کچھ دیتا ہوں بلکہ میری مملوکہ زمین میں ازل سے اس کا حصہ مقرر تھا۔ کیا ہوا اگر بعض حالات

کے تحت وہ زمین میرے قبضہ میں آگئی۔ اگر میں نے وہ کسی سے خریدی بھی ہے تو بیچنے والے کا اس پر حق کہاں سے آگیا تھا اگر اس نے بھی آگے کسی سے خریدی تھی تو اس کے پاس بیچنے والے کا حق کہاں سے آیا تھا اور اس طرح تلاش کرنے سے کوئی نہ کوئی مالک ایسا مل جائے گا جس نے اسے خالی پایا اور قبضہ جمالیا۔ مگر اس طرح دوسروں کی عدم ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ انتظامی پہلو ہے کہ ہم موجودہ تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے اس میں دخل نہیں دے سکتے ورنہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا سب کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ نقطہ سمجھا کر آنحضرت ﷺ نے صدقہ و خیرات میں جان ڈال دی۔ چنانچہ جن الفاظ میں آپ کو صدقہ، زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ملا وہ یہ ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ [۳] ان سے صدقہ لے اور اس طرح انہیں پاک کر۔ یہ پاکیزگی اس طرح ہے کہ ان کے اموال میں دوسروں کا حصہ ہے اور ان پر یہ الزام آتا تھا کہ وہ دوسروں کا حصہ کھا رہے ہیں اس لئے ان سے کچھ حصہ بطور شرعی ٹیکس وصول کر کے دوسروں کو دے جن کے پاس نہیں اور اس طرح ان کے اموال کو پاک کر۔

یہ خطبہ نکاح کا ہے اس لئے میں تفصیلاً تو اس مضمون کو بیان نہیں کر سکتا صرف نکاح کی مثال لے لیتا ہوں۔ ہندوؤں میں نکاح کے وقت چند پھیرے دے دیئے جاتے ہیں۔ کیا ہی بے معنی اور مردہ رسم ہے۔ اسی طرح عیسائیوں میں انگوٹھی دے دی جاتی ہے یا عورت سے کہلوایا جاتا ہے کہ میں ہمیشہ کے لئے اس مرد کی خادم رہوں گی۔ اس میں کس بے دردی سے عورت کے حقوق کو کچلا گیا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ نے نکاح میں جان ڈال دی۔ ظاہراً اگر مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کو پسند کر لیں تو ان کے اتحاد اور اتفاق سے زندگی بسر کرنے کے متعلق کیا خدشہ باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے نکاح کے موقع پر ایک اعلان ضروری رکھا جس میں خاص آیات کی تلاوت کا حکم دیا اور میاں بیوی کی ذمہ داریوں پر وعظ سنانا ضروری رکھا۔ مرد عورت کو بتایا گیا کہ ان شرائط کو قبول کرتے ہوئے تم آپس میں معاہدہ کرتے ہو اور ان شرائط سے تم آزاد نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ طبعی ہیں۔ کوئی شخص خواہ عہد کر لے کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا لیکن اس سے آزاد نہیں ہو سکتا کیونکہ معدہ بہرحال کھانا مانگے گا اور منہ سے کھانا نہ کھانے کا اقرار کر کے کوئی شخص بھوک سے نہیں بچے گا۔ تو طبعی ذمہ داریوں سے کوئی شخص آزاد نہیں ہو سکتا اس لئے ان تعلقات کی حد بندی کر دی

کہ یہ طبعی شرائط ہیں ان کی پابندی بہرحال تمہیں کرنی ہوگی۔ ان کے علاوہ جو شرائط اور معاہدے اپنے لئے مناسب سمجھو کرو۔ مہر گھٹاؤ یا بڑھاؤ، رہائش کے متعلق باہمی جو معاہدہ مناسب سمجھو کرو مگر یہ باتیں جو ان آیات میں بیان ہیں جنہیں نکاح کے موقع پر پڑھنے کا حکم ہے ضروری ہیں اور ان سے تم کسی صورت میں بھی آزاد نہیں ہوسکتے۔

میں ان کی تفصیل میں اس وقت نہیں جاسکتا کیونکہ وہ بارہا بیان کی جاچکی ہیں اس وقت صرف اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ان آیات میں کچھ ذمہ داریاں مرد و عورت پر ڈالی گئی ہیں اور ان سے اسلامی نکاح زندہ ہے اگر انہیں نظرانداز کردیا جائے تو پھر اسلامی نکاح بھی دوسرے نکاحوں کی طرح مردہ ہوجائے گا عام مسلمانوں نے تو اسے مردہ ہی بنا رکھا ہے۔ وہ پہلے ان آیتوں کی تلاوت کردیتے ہیں اور پھر فارسی کا ایک پرانا خطبہ جسے نہ نکاح پڑھنے والا خود سمجھتا ہے اور نہ لڑکا یا لڑکی یا ان کے متعلقین میں سے کوئی سمجھ سکتا ہے پڑھ دیتے ہیں۔ ہمارے ایک عزیز کا نکاح ہوا تو مولوی صاحب نے انہیں کہا بگو من قبول کردم۔ اتفاق سے وہ کچھ فارسی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا من قبول کردم۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ کہو! بگو من قبول کردم۔ انہوں نے کہا مولوی صاحب نکاح میرا ہے آپ کا تو نہیں۔ مگر مولوی صاحب نے کہا اگر یہ نہیں کہو گے تو نکاح جائز نہیں ہوگا۔

تو دیکھو کیا بے جان چیز بنادی گئی ہے۔ اسی طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ہر چیز کا ان لوگوں نے گلا گھونٹ دیا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور اس زمانے کے مامور کا احسان ہے کہ اس نے پھر اپنی مسیحیت دکھائی اور قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کی شان ظاہر کرکے ہمیں پھر جام زندگی پلادیا۔

نادان کہتے ہیں کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کے معنے مردہ کے زندہ کرنے کے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں جو زندگی بخشنے کا ذکر ہے وہ وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے آکر دنیا کو دی اور جو باقی تمام انبیاء اپنے اپنے زمانہ میں دیتے رہے ہیں اور ایسی ہی زندگی مسیح علیہ السلام بخشتے تھے مگر ایک فرق ہے کہ باقی تمام انبیاء کی زندگی بخشنا صرف طیر اور پرندے ہونے کی حیثیت تک تھا۔ بے شک وہ زندگی اور بیداری پیدا کرتے تھے مگر وہ ایسی ہوتی تھی جیسے پرندہ اڑتا تو ہے مگر وہ اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا۔ ایک کتا اپنے مالک کے پیچھے پیچھے چلتا ہے مگر وہ اپنے اس

فعل سے واقف نہیں ہوتا۔ طیور حقائق و معارف نہیں سمجھ سکتے۔ مگر انسان سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی غرض کیا ہے تو پہلے انبیاء زندگی تو بے شک پیدا کرتے تھے مگر حقیقت سے آگاہ نہیں کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے آکر انسانیت کی زندگی بخشی اور اس لئے مسیح محمدی مسیح موسوی سے اس لحاظ سے بھی افضل ہے کہ اس نے آکر انسانیت کی زندگی بخشی، طیر والی نہیں۔ لیکن اگر اس زندگی کے بعد بھی ہماری جماعت کے لوگ مردہ ہی رہیں تو کس قدر افسوس کا مقام ہوگا۔ اس لئے ہر حقیقت پر غور کرو اور اسے اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرو۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو مسیح کا زمانہ آنا نہ آنا تمہارے لئے برابر ہے۔ پس اگر ہم سمجھتے ہیں کہ مسیح کی بعثت سے اسلام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ضروری ہے کہ اس جام کو پئیں جو مسیح کے ذریعہ نازل ہوا ہے۔

(الفضل ۲۵۔ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۶، ۷)

۱؎ الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۲

۲؎ الانفال : ۲۵

۳؎ التوبہ : ۱۰۳